رجب علی بیگ سرورؔ

(1869-1786)

رجب علی بیگ سرورؔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ بڑے ہوکر انھوں نے بادشاہ کے دربار میں ملازمت کی لیکن کئی وجوہ کی بنا پر اُنھیں لکھنؤ چھوڑکر کئی سال کانپور رہنا پڑا اور وہیں انھوں نے 1831 میں اپنی مشہور کتاب "فسانۂ عجائب" لکھی۔ اس کتاب کو لکھنؤ کے انداز کی نثر کا بہترین نمونہ کہا گیا ہے۔ اس بات کا تو فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ لکھنؤ اور دِلّی کے الگ الگ انداز ہیں، لیکن یہ ضرور ہے کہ لکھنؤ کی تہذیب کی زندہ تصویر "فسانۂ عجائب" میں مِلتی ہے۔ زبان مشکل اور بناوٹی ہونے کے باوجود بہت رواں ہے اور مصنّف کی مہارت کا ثبوت دیتی ہے۔

"فسانۂ عجائب" میں بنیادی قصّہ جانِ عالَم نامی ایک شہزادے کا ہے جو انجمن آرا نامی ایک شہزادی کی تلاش میں گھر سے نکلتا ہے۔ کئی مشکلوں سے گزرنے کے بعد اس کو کامیابی ہوتی ہے۔ قصّے کے اندر چھوٹے چھوٹے قصّے اور بھی ہیں لیکن کتاب کی دل چسپی قصّے کی بِنا پر نہیں بلکہ تحریر کی خوبی کی وجہ سے ہے۔ تقریباً پوری کتاب میں ایسی عبارت لکھی گئی ہے جس کو 'مُقفّیٰ' کہتے ہیں یعنی جملے یا جملوں کے ٹکڑے، ہم قافیہ الفاظ پر ختم ہوتے ہیں۔ اس طرز کو برقرار رکھنے

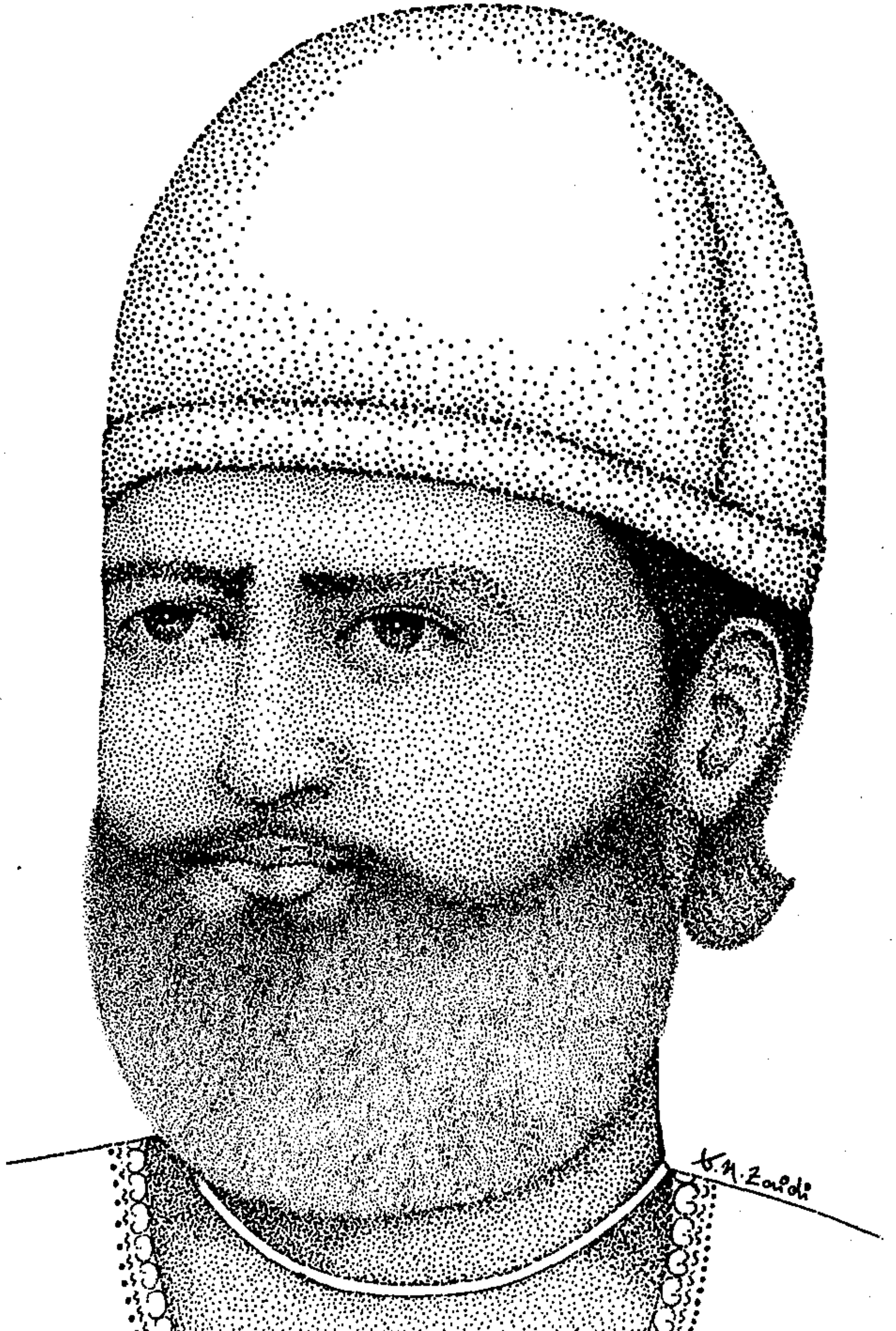

کے لیے رجب علی بیگ سرورؔ نے نئے نئے الفاظ کو بڑی خوبی سے برتا ہے۔

عمر کے آخری زمانے میں رجب علی بیگ سرور، مہاراجہ بنارس کے مُلازم ہو گئے تھے۔ بنارس ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

"فسانۂ عجائب" کا جو اقتباس ہمارے سامنے ہے اس میں جانِ عالَم، انجمن آرا سے چھوٹ کر ایک جوگی کے بتائے ہوئے راستے پر انجمن آرا کی تلاش میں نکلتا ہے۔ جوگی تو مَر چکا ہے لیکن اس کا جانشین جانِ عالم کو کچھ دن اپنے یہاں مہمان رکھتا ہے۔ جانِ عالَم میں یہ طاقت ہے کہ وہ جس جانور کی شکل چاہتا ہے بن جاتا ہے۔ یہاں وہ اپنی اسی صلاحیت کی بنا پر انجمن آرا کی تلاش میں کامیاب ہوتا ہے۔

دیو کے باغ میں انجمن آرا کا مِلنا

جب اس صحبت سے جانِ عالَم کو فرصت ملی، چلنے کا عزم کیا۔ اس جانشین مہنت نے روکا اور دو چار دن خاطر سے مقام کیا، پھر جس طرف جوگی نے بتایا تھا، چل نکلا۔ پہاڑ سے جس دم آگے بڑھا، دریا ملا۔ ہر چند ڈھونڈا، ناؤ بیڑے کا تھل بیڑا نہ لگا۔ مگر ایک لعلِ درخشاں بروُے آب رواں سامنے آیا۔ قریب اس کے دوسرا نظر پڑا۔ اسی طرح تھوڑے تھوڑے فاصلے سے بہت سے لعل بہتے دیکھے۔ تازہ فکر ہوئی کہ اس حال کو کیوں کر دریافت کیجیے۔ کنارے کنارے سیر دیکھتا چلا، دو کوس جب راہ طے کی، عمارت عالیشان دیکھی اور اس چشمے کو اس کے اندر سے رواں پایا، دروازہ اور در کی بہت تلاش کی تا اندر جانے کا باب مفتوح ہو، نہ ہوا، سوائے دیوار در نہ تھا۔ اس وقت بُلبل بن کر دیوار پر جا بیٹھا، مکان رفیع الشّان باغ بھی بہار کا، مگر سنسان، انسان نہ حیوان۔ فقط ایک بنگلہ نہایت نقش و نِگار کا، وہ نہر اسی بنگلہ کے اندر سے جاری تھی، چمن خالی اور بادِ بہاری تھی، آدمی یا جانور ناطق و مطلق مطلق نہ تھا، باغ میں اتر، صورتِ قدیم بدل کر بنگلے میں آیا۔ مُنقّش و مطلاّ، سجا سجایا پایا۔ لیکن طُرفہ حال یہ دیکھا۔ ایک پلنگ، زمرّد کے پایوں کا بچھا ہے۔ اس پر کوئی دو شالہ تانے سوتا ہے۔ برابر یاقوت

کی تپائی پر پھولوں کا دستہ، آدھا سرخ، نصف سفید، جانِ عالَم نے قدم بڑھا، دو شالہ سرکایا، وہ تنِ پری پیکر بے سر نظر آیا۔ حسرت سے کہا: "کس ظالم ستم شعار، بے رحم جفا کار نے اس سرِ دفترِ خوبی، سراسر دلبری و محبوبی کا سر کاٹا ہے۔" بہ حیرت ہر طرف دیکھتا تھا، چھت پر آنکھ پڑی، چھینکا بندھا، سر بھی دھرا دیکھا۔ سر کے نیچے نہر جاری ہے۔ جو خون کا قطرہ اس حلقِ بریدہ سے پانی میں گرتا ہے، اللہ کی قدرتِ کاملہ سے، وہ لعل ہو کر ترتا ہے۔

اُس نے کہا: سُبحان اللہ، مقرّر یہ سحر کا کارخانہ ہے۔ قریب جا کر غور سے جو دیکھا، انجمن آرا کا چہرہ تھا۔ پہچانتے ہی سر و تن کا ہوش نہ رہا۔ چاہا کہ سر سے سر ٹکرا کر ہمسر ہو، کسی کو نہ خبر ہو۔ بسکہ تجربہ کار ہو چکا تھا، سوچا، مرنا ہر وقت ممکن ہے۔ پہلے حال مفصّل معلوم کرو، کہیں حوض کا سا دھوکا نہ ہو۔ ہر چند غوّاصِ عقلِ رسا محیطِ فکر میں غوطہ زن و آشنا ہوا، گوہرِ مقصد صدفِ مُراد سے ہاتھ نہ لگا، معاملہ سے ناآشنا رہا۔

اس عرصے میں شام نزدیک ہوئی۔ تُند ہوا چلی، شور و غُل مچا۔ یہ سمجھا، اب کسی دیو یا ساحر کی آمد ہے، چُھپا چاہیے۔ سرِ گُلدستہ گلبنِ محبّت کے رُوبرُو، بھونرا بن کر بیٹھ رہا۔ دفعتہً دیو آ پہنچا، قوی ہیکل زبوں شمائل، مگر وحشی سا، ہر سمت بُو سونگھنے لگا۔ پھر اسی گُلدستے سے سفید پھول توڑا، اس یاسمن پیکر کو سونگھایا، سر اُچھل کر بدن سے مِلا۔ انجمن آرا اٹھ بیٹھی۔ دیو نے میوہ تر و خُشک رُوبرُو رکھا، مگر پریشان، ہر سُو متحیّر نگراں۔

شہزادی نے کہا: "خیر ہے؟"

اس نے کہا: "آج غیرِ انسان کی بُو آتی ہے، خوف سے جان جاتی ہے۔"

وہ کہنے لگی: "ہمیں آج تک جانور کی پرچھائیں نہ نظر آئی، تو نے آدمی

کی بُو پائی! طرفہ خبط ہے، یہ جملہ بے ربط ہے۔"

غرض کہ صبح تک مذکور ہر شہر و دیار، عجائباتِ روزگار کا بیان رہا۔ سحر دَم اسی دستے سے سُرخ پھول اس خوں آشام نے توڑ کر، اس لالہ فام کو سُنگھایا۔ سر تو چھینکے پر سر بلند ہوا، تن نے پلنگ پر آرام فرمایا۔ دیو دو شالہ اُڑھا راہی ہوا۔

جانِ عالَم نے چار گھڑی بجبر صبر کیا۔ پھر اپنی صورتِ اصلی بَن کر وہی سفید پھول توڑ کر سُنگھایا۔ انجمن آرا بدستورِ اوّل اٹھی۔ شہزادہ چیخ مار کر لپٹ گیا۔ دونوں مہجور اس زور و شور سے روئے کہ تمام باغ ہل گیا۔ زمین و آسمان دہل گیا۔

ناگہاں ایک سفید دیو، زبردست، زور کے نشے سے سرشار، مست بڑا طاقت ور، رُستم کا یادگار، اُدھر سے گزرا، نالۂ حزیں، صدائے غمگیں کان میں آئی۔ بسکہ بایں زور و طاقتِ خداداد، وہ دیو نیک نہاد رحم دل، غم رسیدوں کے رنج کا شامل تھا، گریہ و زاری سُن کر، دل کو بے قراری ہوئی، سمجھا کوئی انسان نالاں ہے۔ مگر اس صحرائے پُرخار وادیِ ہمہ تن آزار میں، آدمی کا ہونا محال ہے۔ اگر ہے تو حقیقت میں مُبتلائے اَلَم، اسیرِ پنجۂ ستم، خراب حال ہے۔ یہ سوچ کر باغ میں آیا، یہاں روتے روتے دونوں کو غش آ گیا تھا۔ دیو ڈھونڈھتا ہوا بنگلے میں آیا، دیکھا مہر و ماہ گردشِ سپہرِ بے مہر سے برجِ زمرّدیں میں بے ہوش ہیں۔ چہرے کے رنگ اُڑے ہوئے، سکتے کی حالت میں ہم آغوش ہیں۔ روئے یار آئینہ دار درمیان ہے۔ فلک پر سرِ امتحان ہے۔ سمجھا مدّت کے بعد دونوں کا مقابلہ ہوا ہے۔ اس سے کسوف و خسوف کا رنگ ڈھنگ پیدا ہے۔ سرِ بالیں بیمارانِ محبّت بیٹھ کر نہر سے پانی لیا۔ دونوں کے مُنھ پر چھڑکا، آنکھیں کھولیں، ہوش و حواس درست ہوئے۔ دیکھا کہ ایک دیو سرہانے موجود ہے۔

معنی اور اشارے

اندر جانے کا باب

مفتوح ہو = اندر جانے کا دروازہ کھُلے یعنی اندر جانے کی کوئی ترکیب نکلے۔

باغ بھی بہار کا = بہت خوب صورت باغ

آدمی یا جانور ناطق و مطلق ، مطلق نہ تھا = انسان یا بولنے والا جانور (یعنی انسان) اور مطلق جانور (یعنی بالکل جانور) بالکل نہیں تھا

مُطلّا = جس پر سونا پھرا ہوا ہو۔

ترنا = تیرنے لگنا

حلق بریدہ = کٹا ہُوا حلق

آشنا = تیرنے والا

سرِ گُلدستہ = گُلدستہ کے اوپر

گُلبنِ محبت = عشق کے گُلاب کی جھاڑی یعنی انجمن آرا

زبوں شمائل = خراب شکل والا

مہجور = چھوٹے ہوئے

برجِ زمرّدیں = نیلے آسمان کا ایک حصّہ، یعنی چونکہ انجمن آرا اور جانِ عالم سوُرج اور چاند ہیں ، اس لیے وہ بنگلہ آسمان کی مانند ہے۔

روئے یار آئینہ وار درمیان ہے = انجمن آرا اور جانِ عالم ایک دوسرے سے لپٹ کر بے ہوش ہو گئے ہیں۔ دونوں بالکل ایک ہیں صرف ان کا چہرہ الگ الگ ہے۔ اس کو یوں بیان کیا ہے کہ آئینے کی طرح معشوق کا چہرہ (یعنی انجمن آرا کے لیے جانِ عالم کا چہرہ اور جانِ عالَم کے لیے انجمن آرا کا چہرہ) ان کے بیچ میں ہے۔

کُسوُف = سوُرج گرہن

خُسوُف = چاند گرہن

غور کرنے کی بات

دوسرے پیراگراف میں حوض کے دھوکے کا ذکر ہے ۔ یہ ایک پچھلے واقعے کی طرف اشارہ ہے جس میں جانِ عالم حوض میں سے پھول توڑنے کی جلدی میں غلطی کر بیٹھا تھا۔

"تمام باغ ہُل گیا، زمین و آسمان دہل گیا"۔ پرانے زمانے میں "ہِلنا" کو "ہُلنا" بھی بولتے تھے۔ "دہل گیا" کی مناسبت سے یہاں "ہُل گیا" پڑھیے۔

زمرّد، ہرے رنگ کا قیمتی پتھر۔ اس کا تلفّظ کئی اور طرح سے بھی کیا جاتا ہے۔ مثلاً: زَمُرّد، زِمُرّد، زُمُرُّد، زمرّد، زُمُرّد وغیرہ۔ آسمان نیلے رنگ کا ہوتا ہے لیکن چونکہ نیلے رنگ کو ایران میں منحوس سمجھتے تھے اس لیے آسمان کو